مرتب و مؤلف

انصر رضا

www.alislam.org

فہرست مضامین

گھر کے بھیدی

انگریزوں کی حمایت کا الزام

حضرت مسیح موعود کو لاحق بیماریوں پر استہزاء کا انجام

مسئلہ جہاد

گنگوہی صاحب کا جہاد

جمیعۃ العلماء ہند کا راستہ

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مسلح جہاد سے اظہار براءت

مغرب طاقت کی بجائے دلیل سے بات کرے

آؤ جنگ سے بچائیں

مسلمان اور عدم تشدد

بلا تبصرہ

دو مردوں کا آپس میں نکاح؟

اجتماعی غسل؟

لوگ کیا کہیں گے؟

نہ کوئی امام نہ سربراہ

وفات مسیح اور علمائے دیوبند

مولانا قاسم نانوتوی صاحب کا وفات مسیح کا اقرار

مولانا ابوالکلام آزاد، وفات مسیح اور دارالعلوم دیوبند

مصری عالم، وفات مسیح اور جماعت اسلامی

منصب نبوت سے معزولی!

جھوٹے نبی کی دنیا میں سزا

خدارا ہم پر اعتماد تو کر کے دیکھیں!

علماء کا بال بیکا ہوا یا نہیں؟

تمہید

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہود ونصاریٰ کے علماء کی تین خصوصیات بیان فرمائی ہیں (۱) کہ وہ جانتے بوجھتے ہوئے حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہیں (بقرۃ۔۴۳) ۔ (۲) وہ حق کو چھپاتے ہیں (بقرۃ۔۴۳) ۔ اور (۳) وہ کلام کو اس کی اصل جگہ سے ہٹادیتے ہیں (المائدہ۔۱۴)۔

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ آخری زمانہ کے علماء یہود ونصاریٰ کے اس قدر مشابہ ہونگے جس طرح بالشت بالشت کے اور قدم قدم کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس مکمل مشابہت میں لازم تھا کہ قرآن کریم کی بیان کردہ یہود ونصاریٰ کے علماء کی خصوصیات آج کے دور کے مسلمان کہلانے والے علماء میں بھی پائی جاتیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا کلام سچ ثابت ہوا اور غیر احمدی علماء کے مذہبی لٹریچر کے مطالعہ نے ہم پر یہ حقیقت ثابت کردی کہ یہ علماء واقعی یہود ونصاریٰ کے مشابہہ بن چکے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں اس مطالعہ کا کچھ حاصل پیش کیا جارہا ہے جو قارئین پر یہ واضح کردے گا کہ الٰہی جماعت کا راستہ روکنے کی جس طرح کی مذموم کوششیں سابقہ انبیاء کے ادوار میں ہوا کرتی تھیں بعینہ ویسی ہی حرکات ان علماء کے ہاتھوں سرزد ہورہی ہیں۔

تمھاری زلف میں پھنچی تو حسن کھلائی-----

تحریر کی خوبیاں یا نقائص؟

علامہ ابن تیمیہ ایک پرجوش مصلح تھے جنہوں نے شرک و بدعت کے خلاف خوب ڈٹ کر آواز اٹھائی۔ اسی بناء پر ہندو پاک کے سنّی بریلوی علماء ان کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے جبکہ اہلحدیث علماء انہیں نہایت عقیدت و احترام سے یاد کرتے ہیں۔ محمد حنیف ندوی صاحب اہلحدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ایک ممتاز عالم ہیں۔ اپنی کتاب ''عقلیات ابن تیمیہ'' میں انہوں نے علامہ ابن تیمیہ پر لگائے گئے اعتراضات کا دفاع کیا ہے اور بتایا ہے کہ محض چند سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر کسی شخص کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کی تمام تصانیف کا بغور مطالعہ لازمی ہے۔ اسی طرح محمد حنیف ندوی صاحب علامہ ابن تیمیہ کی تحریروں میں تکرار کے الزامات اور صرفی و نحوی خلاف ورزیوں کے الزامات کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک کامیاب ادیب صرفی نحوی اصولوں کا پابند نہیں ہوتا بلکہ وہ نئے اصولوں کا خالق ہوتا ہے جو بعد میں آنے والوں کیلئے قابل تقلید بن جاتے ہیں۔ ندوی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک مذہبی مصلح تبلیغ و دعوت کے کاموں میں اتنا منہمک ہوتا ہے کہ اپنی تحریروں کی ادبی نوک پلک سنوارنے کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا۔

ہمارے قارئین حیرت اور دلچسپی سے پڑھیں گے کہ اپنے ممدوح پر لگائے گئے ان الزامات کی صفائیاں پیش کرنے والے یہ لوگ سیّدنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں بعینہ یہی نقائص بتاتے ہیں اور ان پر یہی الزامات لگاتے ہیں جو سنّی بریلوی علماء نے علامہ ابن تیمیہ پر لگائے ہیں۔لیکن یہ الزامات لگاتے وقت ان علماء کو اپنی یہ تمام صفائیاں بھول جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

''مزید برآں ہمارا ناقابل عفو قصور یہ بھی ہے کہ ہم کسی شخص کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کئے بغیر دو چار سنے سنائے مفروضوں کے بل پر الزامات کی ایک فہرست تیار کر لیتے ہیں،اور یہ دیکھنے کی مطلق زحمت نہیں کرتے کہ اس کے نتائج فکر کس درجہ استوار، کتنے تابناک اور کس درجہ منطقی استواری لیے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ اس کے پیغام یا دعوت کی اصلی اور بنیادی روح کیا ہے جو اس کی تمام تحریروں میں جاری وساری ہے؟''(صفحہ ۱۳)

''یہ بات صحیح ہے کہ ایک کامیاب ادیب کو خود ساختہ نحوی قواعد واصول کی پیروی کی حاجت نہیں کیونکہ وہ تو بجائے اس کے کہ نحوی پابندیوں کا التزام کرے، اپنی تخلیقی کوششوں سے نحو کے لئے نئے نئے پیمانے اور انداز وضع کرتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ایک اچھا شاعر سوا اپنے ذوق شعری کے کسی خارجی شے کا پابند نہیں ہوتا اور فن عروض مجبور ہے کہ شعراء کی رہنمائی کی بجائے ان کا تتبع کرے۔'' (صفحہ ۳۹)

''علامہ جہاں غیر معمولی علمی شخصیت کے مالک تھے وہاں ایک غیور مجاہد اور پر جوش مصلح کی حیثیت سے اس طرح کی فعال اور سکون نا آشنا زندگی بھی رکھتے تھے کہ جس نے ان کے تمام اوقات اور توجہات کو گھیر رکھا تھا۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ ان کے لئے ناممکن تھا کہ اپنی تصانیف کو بنا سنوار کر قارئین کے سامنے پیش کر سکیں۔ مزید برآں دعوت وتبلیغ اور تجدید واصلاح کے دواعی کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ ایک بات کہہ کر آگے نہ بڑھ جائیں بلکہ اپنے پیغام کو اس طرح دہرائیں اور اپنے مطالب کو بار بار مگر برنگ دیگر ادا کریں کہ وہ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جائیں۔''(صفحہ۔۸۰)

پٹاخہ کیا ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سادہ طبیعت اور دنیاداری کے کاموں سے ناواقفیت بھی مخالفین کیلئے استہزاء کا موقع فراہم کرتی ہے لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جن کو وہ اپنا دینی رہنماء سمجھتے ہیں ان کا اپنا کیا حال ہے۔ دیوبندی اکابرین کے سب سے بڑے روحانی پیشوا کا حال اور دیوبندیوں کی زبان سے اس کی ستائش ملاحظہ فرمایئے۔

''ایک روز مغرب کی نماز کے بعد مکان میں سے پھٹ پھٹ کی آواز آئی۔ مولانا (فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی) کے پوتے یہ جو اسوقت سجادہ نشین ہیں پٹاخے چھڑا رہے تھے۔ مولانا نے فرمایا ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ

پوتے صاحب پٹاخے چھڑا رہے ہیں۔فرمایا ارے پٹاخہ کیا ہوتا ہے۔اللہ اکبر! اتنی عمر ہوگئی اور یہ خبر بھی نہیں کہ پٹاخہ کیا ہوتا ہے۔سبحان اللہ کیسے بے تعلق تھے یہ حضرات دنیا سے۔'' (حکایات اولیا۔ارواح ثلاثہ)

جہاں بیٹھ جاؤں وہی مکہ مدینہ

سیّدنا حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام تھا کہ ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''۔اس الہام کی تشریح خود حضورؑ نے بیان فرمادی کہ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں قبل ازموت مکی فتح نصیب ہوگی یا قبل ازموت مدنی فتح نصیب ہوگی۔مخالفین نے حق کو چھپانے اور کلام کومحرف کر کے پیش کرنے والی اپنی روایت برقرار رکھی اور اس تشریح کو کاٹ کر لوگوں کے سامنے صرف الہام پیش کر کے یہ بتایا کہ مرزا صاحب نہ مکہ میں فوت ہوئے نہ مدینہ میں۔ جبکہ اسی تشریح کے مطابق حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی ہر اس علاقہ کو مکہ اور مدینہ قرار دیتے ہیں جہاں وہ تشریف فرما ہوں۔ملاحظہ فرمایئے۔

> ''کرامات امدادیہ میں حضرت تھانوی نے نقل کیا ہے کہ مکہ معظّمہ کے شریف کا کوئی مصاحب تھا جو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) کی طرف سے دل میں کچھ کدورت رکھتا تھا۔لوگوں کا خیال تھا کہ۔۔۔نقصان نہ پہنچائے۔ایک دن وہی حاجی صاحب کی مجلس مبارک میں حاضر ہوا تو اس سے کہنے لگے کہ خالق کے سوا کسی مخلوق سے میں نہیں ڈرتا اور فرمایا کہ زیادہ سے زیادہ مکہ معظّمہ سے مجھے کوئی جلاوطن کرسکتا ہے مگر یاد رکھو کہ **جہاں بیٹھ جاؤنگا میرا وہی مکہ اور وہی مدینہ ہے''** (سوانح قاسمی حصہ سوم، حاشیہ صفحہ۔۱۱، مصنف مناظر احسن گیلانی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔)

الزامی جوابات اور مولانا قاسم نانوتوی

گندہ دہن عیسائی اور آریہ مبلغین کو جواب دینے کا ایک طریق جو حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار فرمایا وہ یہ تھا کہ ان کو الزامی جوابات دیئے جائیں۔ان جوابات کے بارے میں خود حضورعلیہ السلام نے ساتھ ساتھ وضاحت بھی فرمادی لیکن مخالفین نے دانستہ طور پر اس وضاحت کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھ کہ یہ تاثر دیا کہ گویا حضورؑ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی دانستہ توہین کی ہے۔حالانکہ ان کے اپنے علماء الزامی جوابات کا طریق اختیار کرتے رہے ہیں۔اس بارے میں بانی مدرسہ دیوبند مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی وضاحت ملاحظہ فرمایئے۔

> ''اور اگر بہ نسبت انبیاء ومرسلین یا بزرگان اہلبیت واصحاب سیدالمرسلین ﷺ اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر الجھیں تو مجھے اس سے بری الزمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار ہے بغرض الزام شیعہ آگیا ہے اس کا بار انہی کی گردن

پر ہے۔ یہ سب انہوں نے ہی کرایا ہے خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بہزار جان و ہزار زبان بیزار ہوں۔ محبت بزرگان مذکور کو اپنی سعادت اور ان کے حسن اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر مردمان فہمید سے یوں امید ہے کہ میرے عذر سے پیشتر ہی بشہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں۔'' (ہدیۃ الشیعۃ ،صفحہ۔۱۰۔مصنف مولانا محمد قاسم نانوتوی)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اور توہین مسیح علیہ السلام

مولوی ثناء اللہ امرتسری جو جماعت احمدیہ کے اولین معاندین میں شمار ہوتے ہیں بھی اس بات پر مجبور ہوگئے کہ الزامی جوابات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق اپنا کر پادریوں کو جواب دیں۔ اپنی کتاب اسلام اور مسیحیت میں مولوی صاحب کا یہ طریق اور اس پر ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

''ایک طرف تو مسیح کی شخصیت کو خدائے مجسم بتایا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہے ادھر اس کو دشمنوں کے ہاتھوں چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح سولی پر چڑھایا جاتا ہے جس پر یہ صادق آتا ہے کہ سپنے اندر راجہ بھؤ جاگت بھؤ کنگال۔ مسیح اس عاجزانہ حالت میں صلیب پر لٹکے گویا یہ شعر پڑھ رہے ہیں

ضعف نے غالب نکما کر دیا ۔۔۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

ہمارے دل میں یہ بات آئی ہے کہ ہم یسوع مسیح کے الٰہی اوصاف کا نمونہ تصویری شکل میں دکھائیں۔ شاعر لوگ اپنا دلی جذبہ اور محبت اکثر اوقات لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ مگر گاہے گاہے مصوروں سے تصویر کشی کی درخواست کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ رسائی ہو ۔۔۔ ادھر تلوار کھینچی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اسی بناء پر ہم بادل ناخواستہ بقول نصاریٰ مسیح کی شخصیت الٰہیہ کا خوفناک انجام تصویر میں دکھاتے ہیں۔ مسلمان ناظرین ہمیں معاف رکھیں کیونکہ ہم ایک مکروہ فعل کا ارتکاب کررہے ہیں۔ انجیل متی میں لکھا ہے کہ یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس کے ہاتھوں کو تختے کے بالائی حصہ کے ساتھ ملا کر میخیں گاڑی گئیں اور اس کے سر پر کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ اس حالت میں اس نے نہایت عاجزی وزاری کے ساتھ چلا کر جان دی۔ جس کا نقشہ اگلے صفحے کی تصویر دیکھنے سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔'' (اسلام اور مسیحیت)

اس کے بعد مولوی صاحب نے مسیح کی صلیب پر تصویر چھاپ کر نیچے لکھا ہے'' دیکھے مجھے جو دیدہ ءعبرت نگاہ ہو'' اس پر ریویو آف ریلیجنز (اردو) کے ایڈیٹر نے فروری ۱۹۴۲ء کی اشاعت میں صفحہ۔۵۵ پر یہ تبصرہ لکھا

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریدہ دہن پادریوں اور عیسائی مناظرین کے اسلام اور آنحضرت ﷺ پر ناپاک اعتراضات کا الزامی جواب دینے کیلئے خود بائیبل اور عیسائیوں کی دیگر تصانیف سے یسوع مسیح کی سخت قابل اعتراض شخصیت کو پیش کیا تو مولوی ثناءاللہ صاحب اور ان کی قماش کے دیگر مولویوں نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ دیکھو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کردی۔ لیکن آج مولوی صاحب کو ایک عیسائی کی کتابوں کا جواب لکھنا پڑا تو آپ نے بھی وہی رنگ اختیار کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ یسوع مسیح کے اوصاف کا نمونہ الفاظ کی شکل میں آپ نے کتاب کے صفحہ۔ ۵۵ سے صفحہ۔ ۱۱۳ تک خوب دکھایا ہے۔ پھر اسی پر بس نہ کرتے ہوئے آپ نے اسے تصویر کی شکل میں دکھانا بھی ضروری سمجھا اور صفحہ۔ ۱۰۹ پر حضرت یسوع مسیح کو کوصلیب پر لٹکتا ہوا دکھایا ہے اور نیچے کسی قدر تصرف کرکے غالب کا یہ مصرعہ لکھا ہے، 'دیکھے مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو' اور اس طرح بقول خود ''ایک مکروہ فعل کا ارتکاب کیا''۔

سادات سے تعلق

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ مہدویت رد کرنے کی علماء نے ایک وجہ یہ بتائی کہ امام مہدی کا تعلق سادات سے ہونا چاہئے جبکہ مرزا صاحب سادات میں سے نہیں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ امام مہدی کے سادات میں سے ہونے کی روائتوں کے ساتھ ساتھ اسلامی لٹریچر میں یہ روایت بھی پائی جاتی ہے کہ ظہور امام مہدی کے وقت یہ کہہ کر اس کا انکار کردیا جائیگا کہ وہ بنو فاطمہؓ یا آل محمدؐ میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ بحار الانوار میں ابوجعفر اور ابوعبداللہ سے دو روایات مذکور ہیں جن کے مطابق امام مہدی سے کہا جائیگا کہ تو آل محمدؐ اور بنو فاطمہؓ میں سے نہیں ہے۔ یہ پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں پوری ہوئی جب آپؑ کا یہ کہہ کر انکار کردیا گیا کہ آپؑ کا تعلق سادات سے نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے سادات سے اپنا رشتہ اور تعلق اس طرح بیان فرمایا

> ''سادت کی جڑ یہی ہے کہ وہ بنو فاطمہ ہیں سو میں اگرچہ علوی تو نہیں ہوں مگر بنو فاطمہ میں سے ہوں۔ میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسب سادات میں سے تھیں۔ ہمارے خاندان میں یہ طریق جاری رہا ہے کہ کبھی سادات کی لڑکیاں ہمارے خاندان میں آئیں اور کبھی ہمارے خاندان کی لڑکیاں ان کے گھر گئیں۔'' (نزول المسیح حاشیہ در حاشیہ صفحہ۔ ۵۰)

پیشگوئیوں کے عین مطابق علماء نے آپؑ کی اس دلیل کا انکار کردیا لیکن خدا کی قدرت کے زبردست ہاتھ نے انہی علماء کے ہاتھوں سے آپؑ کی تائید میں تحریریں نکلوائیں۔ انور شاہ کشمیری صاحب دیوبندی علماء میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یہ صاحب تمام عمر خود کو سیّد لکھتے اور کہلاتے رہے جبکہ ان کے خاندانی شجرہ نسب کی رو سے ان کا تعلق حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خاندان سے تھا۔ ان کے معترضین نے اس بات کو

خوب اچھالا۔ان کے بیٹے انظرشاہ مسعودی نے اپنے والدصاحب کی سوانح حیات لکھتے ہوئے اس الزام کی صفائی دینے کی کوشش کی ہےاور ہوایہ ہے کہ صفائی دیتے دیتے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی تائید کر بیٹھے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

’’اور یہ تو بالکل حقیقت ہے کہ اس خاندان میں ابتداء سے تا راقم الحروف سادات کی لڑکیاں یا اس خاندان کی لڑکیاں سادات میں آتی جاتی رہیں۔حضرت شاہ صاحب مرحوم کی والدہ سیّدہ تھیں۔آپ کی اہلیہ سیّدہ تھیں۔ برادر اکبر مولانا از ہر شاہ صاحب کی موجودہ اہلیہ سیّدہ ہیں۔خاکسار کی مرحومہ اہلیہ سادات سے تھی۔میری ایک ہمشیرہ سادات ہی میں بیاہی گئیں۔ ایک برادرزادی خاندان سادات میں منسوب ہے۔راقم الحروف کا پورا ننھیالی سلسلہ قصبہ گنگوہ کے سیّد خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔غرض یہ کہ چپ وراست میں سادات سے ایک طویل وعریض تعلق موجود ہے۔مفسرین ومحققین علماء نے بعض آیات کے تحت واضح طور پر لکھا ہے کہ شرف نسب حاصل کرنے کیلئے اگر ننھیال سادات سے ہو تو اس کی جانب انتساب کرتے ہوئے خود کو سیّد کہنا ولکھنا جائز ہے۔اس لئے خانوادہ انوری کے بعض افراد اگر خود کو سیّد لکھتے ہیں یا حضرت شاہ صاحب نے اپنے نام کے ساتھ سیّد کے ضمیمہ کو حرف غلط قرار نہیں دیا تو یہ کوئی مجرمانہ اقدام نہیں تھا جس کے لئے نصف صدی کے گذرنے پر بعض عاقبت نااندیش قلم سزا دہی کے لئے پرتول رہے ہیں۔‘‘(نقش دوام صفحہ۔۲۲)

مولانا قاسم نانوتوی کے عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت

جماعت احمدیہ ختم نبوت کی اصطلاح کی یہ تشریح پیش کرتی ہے کہ اس سے مراد نبوت کا وہ اعلیٰ ترین مرتبہ ومقام ہے جو آنحضرت ﷺ کو عطا ہو گیا جس کے بعد دوسرا کوئی اور مقام نہیں اور آپؐ پر یہ مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔غیر احمدی علماء ہماری اس تشریح کو نہیں مانتے۔ جب جماعت احمدیہ نے مولانا قاسم نانوتوی کی عبارت دربارہ ٔختم نبوت مندرجہ’’تحذیرالناس‘‘ پیش کی تو دیوبندی علماء نے اس کی دوراز کار تاویلیں کر کے اسے اپنے حق میں ثابت کرنے کی کوشش کی۔لیکن آخرکار’’حق برزبان جاری‘‘ کے مصداق سچی بات قلم سے نکل ہی گئی۔ملاحظہ فرمایئے دیوبندی مفتی صاحب کے قلم سے تحذیرالناس کی عبارت کی تشریح۔

’’مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اپنی کتاب تحذیرالناس میں ختم نبوت پر جو دلیل لائے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے۔سیدالمرسلین حضرت محمد ﷺ جیسے امت کے نبی ہیں اسی طرح انبیاء کے بھی نبی ہیں جس کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ (سورہ آل عمران: ۸۱)

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے

تمہارے پاس والی کتاب کوتو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔

ب۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر (حضرت) موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے۔

ج۔نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔

جب آپ نبی الانبیاء ہیں تو آپ ﷺ تمام انبیاء سے مرتبہ میں فائق ہیں۔کوئی اور نہ آپ کے برابر کا ہے اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر۔**اور سلسلہ نبوت مرتبہ میں آپ تک جا کر ختم ہو جاتا ہے۔**''(اسلامی عقائد صفحہ ۹۰۔۸۹)

دیوبندیوں کا خاتم

لفظ''خاتم'' کے معنی کُلّی طور پر''ختم کرنے والا'' قرار دینے والے اور جماعت احمدیہ سے اسی تشریح پر مقدمے کرنے والے انور شاہ کشمیری صاحب کے عقیدت مندان کو''خاتم الفقہاء'' قرار دیتے ہوئے اور اس لقب کو ان کی قبر کے کتبہ پر کندہ کراتے ہوئے بھی ان کو اس دنیائے فانی کا آخری فقیہہ نہیں سمجھتے۔یاللعجب!

''مرقد مبارک ومنور حضرت رئیس الحکماء والمتکلمین ،**خاتم** الفقہاء والمحدثین شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد انور شاہ کہ بتاریخ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ بوقت نصف شب از دار الفنا بسوئے دار البقا رحلت فرمود''

انور شاہ کشمیری بعینہہ رسول اللہ؟

جب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود کو ظلی اور بروزی طور پر آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیتے ہیں تو مخالفین کا پارہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور مونہوں سے جھاگ نکالتے ہوئے وہ اس دعویٰ کو رسول اللہ ﷺ کی انتہائی توہین قرار دیتے ہیں۔لیکن جب خود ان کے اپنے لوگ ایک عام آدمی کے طرز زندگی کو مکمل طور پر رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کا پرتو قرار دیں اور آنحضرت ﷺ کے جنازہ کو اس شخص کا جنازہ قرار دیں تو پھر دیوبندی علماء کی مجرمانہ خاموشی کو اور کیا نام دیا جائے،قارئین خود فیصلہ فرمالیں۔انور شاہ کشمیری کے ایک شاگرد حکیم عبدالرشید صاحب ان کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں جب دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا تو حضرت شاہ صاحب کو ارادۃً پہروں دیکھتا اور یہ سوچتا کہ جناب رسول اکرم ﷺ کی رفتار و گفتار آپ کی نشست و برخاست قعود و قیام،لباس و پوشاک،انداز کلام و گفتگو اس طرح کا ہوگا''(حیات کشمیری،صفحہ۔۶۹،حاشیہ)

آنحضرت ﷺ کا جنازہ یا انور شاہ کا جنازہ؟

''مولوی عبدالواحد صاحب نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک جنازہ ہے اور اس کے پیچھے اتنا بڑا ہجوم جسے شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔مخلوق جنازے کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور ہجوم بڑھتا ہی جا رہا ہے۔میں بھی اس ہجوم میں شریک ہو گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کسکا جنازہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ جناب رسول اکرم ﷺ کا جنازہ ہے جسے لوگ تبرّگا اور حصول برکت کیلئے کاندھا دینے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔میں نے ہجوم سے کہا کہ ذرا ٹھہرو ٹھہرو۔میں جناب رسول اکرم ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔میری بیقراری پر جنازہ زمین پر رکھ دیا گیا اور ہجوم نعش مبارک کے قریب سمٹنے لگا۔میں نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی تو وہ بعینہٖ چہرہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔'' (حیات کشمیری،صفحہ۔۶۸)

انسان نہیں مقرب فرشتہ

دیوبندی علماء اور سنی بریلوی علماء کے درمیان ایک بڑی وجہ نزاع یہ ہے کہ سنی علماء آنحضرت ﷺ کو بشر نہیں مانتے جبکہ دیوبندی علماء کا اصرار ہے کہ آنحضرت ﷺ ہماری ہی طرح کے ایک بشر تھے۔اس بحث میں کون حق پر ہے اور کون نہیں،اس فیصلہ کو چھوڑتے ہوئے آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو بشری حدود کے اندر سمجھنے والے اپنے ایک غیر نبی عالم کا درجہ انسانیت سے بالا سمجھتے ہیں اور کسی دیوبندی عالم کی جبین پر ذرا سی بھی شکن نہیں پڑتی۔

''مولوی نظام الدین صاحب مغربی حیدرآبادی مرحوم نے جو مولانا رفیع الدین صاحب سے بیعت تھے اور صالحین میں سے تھے احقر سے فرمایا جبکہ احقر حیدرآباد گیا ہوا تھا کہ مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں پچیس برس حضرت نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا۔میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا دیکھا وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا۔'' (حکایات اولیاء۔ارواح ثلاثہ،صفحہ۔۲۲۰۔از اشرف علی تھانوی صاحب)

رشید احمد گنگوہی صاحب کی سوانح یا سیرت رسول مقبول ﷺ؟

مولوی محمد عاشق الٰہی میرٹھی صاحب تذکرۃ الرشید کے دیباچہ صفحہ۔۸ پر لکھتے ہیں:

''اثناء کتابت میں ایک صاحبدل دیندار شخص کا جنکی صورت میں نے کبھی نہیں دیکھی بسبیل ڈاک لفافہ پہنچا کہ میں نے خواب دیکھا ہے رسول مقبول ﷺ کی سوانح لکھی جا رہی ہے اور ایک بزرگ نے اس کی تعبیر دی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے کسی کامل متبع کی سوانح کا اہتمام ہو رہا ہے۔پس مبارک ہو کہ یہ منامی بشارت تیرے ہاتھوں پوری ہو رہی ہے۔میں نے حق تعالیٰ کی اس رحمت پر شکر ادا کیا۔''

خلف وعید

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انذاری پیشگوئیوں کے بارے میں یہ اسلامی تعلیم پیش فرمائی کہ اللہ تعالیٰ وعدہ تو پورا کرتا ہے لیکن اگر بندہ رجوع کرلے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہونے کے باعث وعید کو ملتوی یا منسوخ بھی کر دیتا ہے۔ اس کی مثالیں عبداللہ آتھم اور محمدی بیگم کی پیشگوئیوں میں حضور علیہ السلام نے بیان فرمائیں لیکن مخالفین نے ان اسلامی اصولوں کو یکسر پرے پھینک دیا اور عوام الناس کو یہ باور کرایا کہ ایسی کوئی اسلامی تعلیم موجود نہیں۔ لیکن اپنی ہی کتاب میں نہ صرف اسے قطعی طور پر پیش کیا بلکہ دیگر کتب سے اس کی اسناد بھی فراہم کیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''درّمختار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لا یعد نقصا بل جودًا او کرمًا۔۔۔ یعنی خلف وعید جائز ہے یا نہیں ظاہر تو یہ ہے کہ اشاعرہ اس کے قائل ہیں اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں۔۔۔ ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے'' (براہین قاطعہ، صفحہ۔٦)

دیوبندی علماء صحابہ رسول ﷺ؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھیوں کے متعلق جب یہ فرمایا کہ ''صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا'' اور جماعت احمدیہ ان بزرگان کو صحابہ کے نام سے یاد کرتی ہے تو دیوبندی فرقہ کے علماء اسے ہمارے کفر کی ایک وجہ گردانتی ہے۔ لیکن خود ان کا اپنے اکابر کے متعلق کیا عقیدہ ہے ملاحظہ فرمایئے: سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحب تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب کے متعلق اپنی کتاب ''حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت'' کے صفحہ۔۵۱ پر لکھتے ہیں

''امّی بی مولانا پر بہت شفیق تھیں، فرمایا کرتی تھیں کہ اختر مجھے تجھ سے صحابہؓ کی خوشبو آتی ہے، کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھکر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہؓ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ مولانا محمد الیاس صاحب میں ابتداء سے صحابہ کرامؓ کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی ایک جھلک تھی جس کو دیکھ کر مولٰنا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الہندؒ) بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں جب مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہؓ یاد آجاتے ہیں۔''

ہدایت و نجات رشید احمد صاحب کی اتباع پر موقوف؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس منصب کے مدعی تھے اس کا تقاضا یہی تھا کہ نجات ان کی اتباع و اطاعت سے مشروط

بتائی جاتی۔لیکن اس کے باوجود لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کی اتباع نجات کیلئے کیسے ضروری ہوسکتی ہے۔لیکن جب ایک عام دیوبندی عالم نجات کیلئے اپنی اتباع کو لازمی قرار دے تو ایسے تمام معترضین خاموش رہتے ہیں بلکہ اس بات کو بطور عقیدہ اختیار کر لیتے ہیں۔

”سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر“ (تذکرۃ الرشید ،صفحہ۔۱۷،جلد۔۲)

دیوبندیوں کے الہامات ۔”بکومت“

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر اعتراض اور استہزاء کرنے والے دیوبندیوں سے خدا کے کلام کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے جس میں خدا ان کو” بکومت“ کہہ رہا ہے۔حیرت یہ ہے کہ خدا کی اتنی واضح تنبیہ کے باوجود دیوبندی علماء باز نہیں آتے۔

”ارواح طیبہ میں میر شاہ خاں صاحب کے حوالے سے یہ قصہ ان (مولٰنا محمد یعقوب صاحب) ہی کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ خود ہی فرماتے تھے .رات اللہ میاں سے کچھ عرض معروض کر رہا تھا لیکن شنوائی نہ ہوتی تھی۔اصرار جب میری طرف سے زیادہ بڑھا تو مجھے جھڑک دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ”بس چپ رہو، بکومت“ پھر میں نے توبہ استغفار کیا اور معافی ہوگئی۔“

(سوانح قاسمی حصہ سوم ،صفحہ۔۳۹،مصنف مناظر احسن گیلانی ،مکتبہ رحمانیہ اردو بازار ،لاہور)

کیا اکثریت ہمیشہ حق پر ہوتی ہے؟

ہندو پاک کے دیوبندی علماء اس بات پر بہت نازاں ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت نے جماعت احمدیہ کو کافر قرار دیدیا۔لیکن جب سنی بریلوی یہی حربہ ان پر چلاتے ہیں اور یہ دعویٰ پیش کرتے ہیں کہ اھلسنت والجماعت بریلوی فرقہ سواداعظم ہے جو دیوبندیوں کو گستاخ رسول اور کافر سمجھتا ہے تو پھر اس موقع پر ان دیوبندی علماء کو یہ یاد آجاتا ہے کہ اکثریت کا حق پر ہونا لازمی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق آخری زمانہ میں اصل اہل ایمان کم تعداد میں ہی ہونگے۔ بریلوی علماء کے حربہ تکفیر پر دیوبندی علماء چلا چلا کر کہتے ہیں کہ تمہارے کافر کہنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے کافر کہنے سے جماعت احمدیہ کو گویا بہت فرق پڑ جائے گا۔گویا لینے کا پیمانہ اور ہے اور دینے کا اور۔

”مؤلف نے الفاظ ہی یاد کر لئے ہیں معنی تو کسی سے پڑھے ہی نہیں یہ سمجھ لیا کہ جس کام میں بہت سے مسلمان جمع ہوگئے تو وہ امر جائز ہوگیا حالاں کہ مبتدعین فسق متبعین سنت سے زائد ہیں اس زمانہ میں ہزار گنا کی نسبت ہوگئی اور حدیث لا یزال

طائفة من امتی جو ابھی لکھی گئی ہے اور حدیث بدء الاسلام غریبا و سیعود کما بدء فطوبی للغرباء اور مثل اس کی سب کو پس پشت ڈال دیا ہے کہ ان احادیث میں طائفہ اور غرباء کی مدح ہورہی ہے۔اب اپنے حسب بدعت ان کو رد کردے تو اس سے عجب نہیں سو سنو کہ ان احادیث سے تو یہ مراد ہے کہ جس وقت میں تمام دنیا میں حب دنیا و جاہ و اتباع ہویٰ ہو جاویگا اس وقت میں وہی دو چار متبع سنت مقبول ہوویں گے ان کو طوبیٰ ہو۔'' (براہین قاطعہ صفحہ ۱۷۰)

کسی کے کافر کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟

جماعت احمدیہ کے خلاف تکفیری مہم چلانے والے یہ زعم رکھتے ہیں کہ ان کے کافر کہنے سے گویا جماعت احمدیہ حقیقی معنوں میں کافر بن جائے گی۔ یہ زعم تو خیر ایک پرکاہ سے بھی زیادہ حیثیت نہیں رکھتا لیکن جب خود ان کو ان کے مخالف فرقے والے کافر قرار دیتے ہیں تو پھر یہ بلبلا اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے کافر کہنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔لیکن جماعت احمدیہ کو کافر قرار دیتے وقت ان کو یہ تعلیم کیوں بھول جاتی ہے؟ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا!

''ہم کو اس کی کچھ شکایت نہیں کہ مولوی غلام دستگیر اور ان کے اتباع ہم کو اہل سنت سے خارج بتلائیں یا کافر فرمائیں۔ کیونکہ اول تو یہ سنت قدیمہ ہے کہ اہل حق اور اہل اللہ کے اس قسم کے لوگ دشمن ہوا ہی کرتے ہیں اور حق کہنے والوں کو برا ہی کہا کرتے ہیں، یہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے۔علماء ربانین کی فہرست ہاتھ میں لیکر اول سے آخر تک دیکھ جاؤ کوئی ایسا نہ نکلے گا جو ان کی زبان طعن اور سہام لعن سے بچا ہو۔حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ جملہ صحابہ و اہلبیت و ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خیال کرلیجئے اور دیکھئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسے لوگوں کی طعن و ملامت اور لعن و مذمت سے محفوظ رہا ہے؟

ائمہ مجتہدین کے ساتھ ان لوگوں کی زبان نے کیا کیا کچھ سلوک کئے۔خصوصًا امام الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو کیا کچھ سب وشتم کیا۔اولیاء امت کی کہاں تک نوبت پہنچائی، جس نے زبان سے کچھ حق نکالا جھٹ اس کی تکفیر کی۔شیخ محی الدین ابن عربی اور امام غزالی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابو مدین مغربی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا حال دیکھئے کہ ان کہ کہاں تک توہین وتکفیر کی۔محدثین امت کو دیکھ لیجئے ان کے ساتھ انہوں نے کیا مہربانیاں فرمائیں۔امام بخاری کے ساتھ کیا کیا،نسائی کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔

ان سب کو رہنے دو، انبیاء صلوات اللہ علیہم کے حالات کو دیکھلو کہان کے ساتھ انہوں نے کیا کیا؟ دور کیوں جاتے ہو حضرت فخر عالم سید ولد آدم رسول اللہ ﷺ کا ہی حال احادیث میں ٹٹول کر دیکھلو اور نہیں تو قرآن شریف میں ہی تلاوت

فرمالو۔حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے:وَ کَذٰلِکَ جَعَلنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلیٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ط اور تو اور خدائے تعالیٰ سے بھی تو نہ چوکے۔" (تذکرۃ الخلیل،صفحہ۔۱۳۴،۱۳۵)

"تکفیر کے بارے میں احناف کے اصول یہ ہیں۔(۱) ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔(۲) اہل تاویل کو کافر نہیں کہتے۔(۳) اگر کسی کے قول سے کوئی کفریہ کلمہ مستلزم ہوتا ہو اور وہ اس سے انکاری ہو یا اس کے اس مطلب کی جس سے یہ کفر مستلزم آتا ہو وہ تردید کرے اور اپنے آپ کو اس سے بری ثابت کرے تو اس کو زبردستی کافر بنانا صحیح نہیں بلکہ یہ انکار و تردید اگر اس سے کفر ثابت بھی ہوتا ہو تو قائل کی توبہ و ندامت قائمقام ہو جائیگی۔

یہ ہیں وہ اصول جو ہماری کتب کلامیہ میں پوری تصریح سے ہر جگہ موجود ہیں۔یہ اصول قرآن پاک،احادیث نبوی اور آثار سلف سے ماخوذ ہیں۔قرآن مجید تعلیم دیتا ہے"ولا تقولوا لمن القٰی علیکم السلام لست مومنا" (جو تم پر سلام کا اظہار کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں)۔ہمارا یہ حال ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم مومن نہیں۔اس لئے نہیں کہ تم ایک خدا کو دو کہتے ہیں،اس لئے نہیں کہ تم غیر خدا کے آگے جھکتے ہو،اس لئے نہیں کہ تم رسول کے منکر ہو یا بشر میں ربانی اوصاف ثابت کرتے ہو بلکہ اس لئے کہ تم ہماری فہم کے مطابق بعض مسائل کو نہیں سمجھتے اور ہماری عینک سے تم ہر چیز کو نہیں دیکھتے ہو۔" (معارف،دارالمصنفین اعظم گڑھ،جولائی ۱۹۲۵ء)

مسلمانوں کی حکومت میں تبلیغ اسلام نہیں ہوسکتی

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب نور الحق صفحہ۔۶، حمامۃ البشریٰ،صفحہ۔۲۲۹۔۲۳۱ اور دافع الوساوس،صفحہ۔۱۸،۱۹ میں تحریر فرمایا ہے کہ جو مذہبی آزادی ہمیں اس وقت دولت برطانیہ کے تحت میسّر ہے وہ کسی اسلامی ملک میں نہیں مل سکتی تھی اور اگر ہم کسی اسلامی ملک میں اپنی دعوت کا آغاز کرتے تو ہمارے دشمن ہماری تکہ بوٹی کر دیتے۔لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ احمدیت کا آغاز سلطنت برطانیہ کے تحت ہوا ہے جو تمام لوگوں کو مذہبی آزادی فراہم کرتی ہے۔اس کے علاوہ مسلح جدوجہد کو ملتوی قرار دیکر حضورؑ نے قلمی ولسانی جہاد کا آغاز فرمایا۔حسب عادت مخالفین نے اس منصفانہ اور عادلانہ موقف کا مذاق اڑایا اور حکومت برطانیہ کی خوشامد کا الزام لگایا۔اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ آخر کار دیگر باتوں کی طرح علماء اور دینی رہنماؤں کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماتحتی میں یہی موقف اپنانا پڑا۔ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے ماہنامہ میثاق،فروری ۲۰۰۳ء میں شائع شدہ ایک مضمون میں نہ صرف یہ کہ غیر مسلم حکومت کو تبلیغ اسلام کیلئے ایک مفید اور ضروری بنیاد قرار دیا بلکہ مسلح جدوجہد سے اظہار براءت کیا۔ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں

’’پھر ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ اس انقلابی دعوت کے پہنچنے کی امید صرف ایسے ملک میں کی جاسکتی ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں، امریکہ میں تو ہم آٹے میں نمک کی حیثیت رکھتے ہیں! واقعہ یہ ہے کہ یہ دلیل بھی عذر لنگ اور معروضی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ مسلمان اکثریت والے ممالک میں فرقہ پرستی اور سیاسی حوصلہ مندی اور طالع آزمائی دو لعنتیں ایسی ہیں جو صحیح اسلامی دعوت کے پہنچنے میں سدّ سکندری کی طرح حائل ہیں اور ان پر مستزاد نفس پرستی اور طلب دنیا کی ہوس اور سب سے بڑھ کر مغرب کی مرعوبیت اور اس کی اندھی نقالی ایسی مہلک امراض ہیں، جبکہ غیر مسلموں کو دعوت دینے میں ان میں سے کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہے بشرطیکہ دعوت کے تقاضے پورے کئے جائیں اور اس کی دھن سوار ہو جائے! اور وقت اور قوت اور ذرائع و وسائل کا بیشتر حصہ اس کے لئے وقف کیا جائے!‘‘ (ماہنامہ میثاق، فروری ۲۰۰۳ء)

آنحضرت ﷺ کے بعد استثنائی نبوت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعویٰ نبوت کی وضاحت میں بار ہا ارشاد فرمایا کہ اب آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی اور جس کے آنے کی خبر خود آنحضرت ﷺ نے دی۔ ان تمام وضاحتوں کو معاندین نے غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے رد کر دیا لیکن خود سچی بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کی ایک استثنائی حالت موجود ہے جس کا تعلق مسیح موعود کی آمد سے ہے۔ الفاظ پر غور فرمائیں تو محسوس ہوگا کہ اصل وجہ نزاع نبوت نہیں بلکہ شخصیت ہے۔ مشہور معاند احمدیت انور شاہ کشمیری صاحب نے مقدمہ بہاولپور میں دلائل دیتے ہوئے فرمایا

’’مدعیہ کی طرف سے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا۔ بحوالہ آیات قرآنی و احادیث اجماع امت یہ دکھلا دیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ بجز اس کے کہ اس کی استثناء حضور نے خود کر دی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔‘‘ (مقدمہ بہاولپور، جلد اول۔ صفحہ ۶۸)

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تعلیم یافتہ تھے

معاندین احمدیت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے دوسروں سے تعلیم حاصل کی جبکہ انبیاء تعلیم یافتہ نہیں ہوتے۔ اپنے مسلمہ دینی عقائد اور اپنے اسلاف کی باتوں کو چھپا کر بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام پر یہ اعتراض کتمان حق کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ اس سلسلے میں قدیم و جدید علماء کے دو حوالے ملاحظہ فرمائیے۔

’’نبی ﷺ امّی تھے نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھنا جانتے تھے۔اس واسطے قرآن آپؐ پرتفریق کے ساتھ نازل کیا گیا تا کہ آپؐ کواس کا یادرکھنا بخوبی ممکن ہوسکے۔بخلاف اس کے دوسرے انبیاء لکھے پڑھے لوگ تھے اور وہ تمام صحیفہ آسمانی کو یادرکھ سکتے تھے۔اورابوفورک کہتا ہے’’بیان کیا گیا ہے کہ توراۃ کا نزول یکبارگی اس واسطے ہوا تھا کہ وہ ایک پڑھے لکھے نبی پرنازل ہوئی تھی یعنی موسیٰ پر۔اورقرآن کوخدا نے بتفریق اس واسطے نازل فرمایا کہ وہ غیرمکتوب ہونے کے علاوہ ایک امّی نبی پر اتاراجاتا تھا۔‘‘(الاتقان فی علوم القرآن،صفحہ۔۱۰۹ جلداول۔علامہ جلال الدین سیوطی)

’’قرآن وحدیث پرعیسائیوں کاایک قدیم اعتراض یہ ہے کہ اس کی تعلیمات عیسائی مذہب سے ماخوذ ہیں۔مولانا نے اس سلسلہ میں ایک عیسائی عالم مریدت کا نام پیش کیااور کہا کہ وہ ۲۰ برس تک عیسائی مذہب کا زبردست مبلغ اور داعی رہا۔اس کے بعداس نے یہ مذہب چھوڑ دیااور ۱۸۶۴ء میں ایک کتاب لکھی جس میں اس نے بت پرستوں کی کتابوں سے مقابلہ کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انجیل کے احکام یہاں سے لئے گئے۔یہ لکھنے کے بعد مولانا کہتے ہیں کہ اگرملحدین کا یہ نظریہ غلط ہے(اوریقیناً غلط ہے) تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ بات کیسے مانی جاسکتی ہے کہ انہوں نے توریت وانجیل سے استفادہ کیا ہےاس لئے کہ حضورؐ امی تھےاور حضرت مسیح تعلیم یافتہ تھےاوران کتابوں کا مطالعہ کرسکتے تھے‘‘
(سیرت مولانا محمد علی مونگیری،صفحہ۔۶۱،سید محمد الحسنی زیرِرہنمائی ونگرانی سید ابوالحسن علی ندوی، ناشر مجلس نشریات اسلام،ا۔کے۔۳۔ناظم آباد نمبر۔ا،کراچی نمبر۔۱۸)

پیش گوئی اور بشارات کے اصول

مندرجہ ذیل اقتباس پڑھتے ہوئے شاید آپ کومحسوس ہوکہ آپ احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کررہے ہیں۔نہیں جناب! یہ تو پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان میں ایم اے اسلامیات کے نصاب میں پڑھائی جانے والی کتاب کا ایک اقتباس ہے جسے ایک غیراحمدی سکالر نے لکھااور ایک حکومتی ادارہ کے کارپردازان نے منظور کرکے نصاب کا جزو بنایا۔حیرت کی بات یہ ہے کہ علمی سطح پران باتوں کوتسلیم کرنے والے انہیں اپنے مذہبی عقائد کا جزو کیوں نہیں بناتے۔

’’بشارات خواب سامضمون رکھتی ہیں۔یہ عوام پربھی اور خواص پربھی مشتبہ ہوتی ہیں۔عیسائیوں کے نزدیک جس کی نسبت بشارت ہوکبھی کبھی اسے بھی سمجھ نہیں آتی۔ بشارات میں ذاتی کی بجائے صفاتی نام ہوتے ہیں۔جیسے مسیح کا ذاتی نام یسوع ہےلیکن پیشگوئیوں میں مسیح موجود ہے۔ بشارات میں مقامات اورملکوں کے نام بھی صفاتی ہیں۔بشارات کی مدت میں انسانی مدت نہیں ہوتی ہے۔قرآن مجید میں ہے،’’یعنی اللہ کے ہاں ایک دن تمہارے شمار سے ہزار برس ہوتا ہے۔‘‘اگر بشارات کا کوئی حصہ عقل اورعلم کے خلاف ہوتو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔بشارات کا افسانوی حصہ واقعات کی تعبیر کے

مطابق قبول کرنا چاہئے۔ نبی کے متعلق دوبارہ مبعوث ہونے کی بشارت کا مطلب ہے کہ اس نبی کی صفات جیسا دوسرا نبی مبعوث ہوگا۔‘‘ (تقابل ادیان۔ مذاہب کا تقابلی مطالعہ۔ برائے ایم اے اسلامیات، از قلم پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ، مکتبہ علم و ادب، اردو بازار لاہور)

تبلیغی جماعت کے اسرائیل میں مراکز

جماعت احمدیہ پر ایک یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ چونکہ ہمارا ایک مشن اسرائیل میں بھی قائم ہے لہذا لامحالہ ہم اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ باوجود اس وضاحت کے کہ جماعت احمدیہ کا یہ مشن فلسطینی علاقہ میں اسرائیل کے قیام سے پہلے کا قائم شدہ ہے، ہمارے مخالفین کی یہی ایک رٹ ہے کہ جماعت احمدیہ اسرائیل کی ایجنٹ ہے۔ چند سال پہلے پاکستان کے ایک معروف روزنامہ اخبار ’’پاکستان‘‘ میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی تھی۔ اس خبر کو پڑھ کر کیا یہ کہنا جائز ہے کہ تبلیغی جماعت اسرائیل کی ایجنٹ ہے؟ قارئین خود فیصلہ کر لیں۔

’’لاہور (حامد میر/خصوصی نامہ نگار) تبلیغی جماعت کو اسرائیل میں دعوتی مراکز قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے اور پہلے مرحلے میں اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب اور مشہور تاریخی شہر یروشلم سمیت سات مقامات پر تبلیغی جماعت نے اپنے مراکز قائم کر لئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ تبلیغی جماعت کے خصوصی وفد اردن کے راستے اسرائیل جاتے ہیں اور وہاں تبلیغ کرتے ہیں۔ اردن میں مقیم بعض فلسطینی بھی ان وفود میں شامل ہوتے ہیں۔ اسرائیل جا کر تبلیغ کرنے والے اکثر افراد تبلیغی جماعت کے اہم مرکز رائیونڈ سے تربیت حاصل کرتے ہیں۔

باخبر ذرائع کے مطابق اردن میں مقیم فلسطینیوں کا ایک پانچ رکنی وفد ۷ اکتوبر کو رائے ونڈ پہنچا ہے، امکان ہے کہ اس وفد کے بعض ارکان کو اسرائیل بھیجا جائیگا۔ لاہور سے چند کلومیٹر دور تبلیغی جماعت کے مرکز میں اردن سے آنے والا یہ وفد دو روز تک قیام کرے گا۔ روزنامہ ’’پاکستان‘‘ نے اردن سے آنے والے اس وفد کے ارکان کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور پوچھا کہ کیا تبلیغی جماعت کو اسرائیل میں اپنے مراکز قائم کرنے کی اجازت مل چکی ہے تو ارکان نے اثبات میں جواب دیا۔ وفد کے ایک رکن عبدالمہدی ابوجھد نے بتایا کہ وہ اردن کے شہر عمان میں رہتا ہے اور پیشے کے لحاظ سے مکینک ہے۔ اس کی عمر ۴۰ سال ہے اور وہ کئی سال سے تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں تبلیغ کیلئے اسرائیل نہیں گیا لیکن میرے بہت سے ساتھی جاتے رہتے ہیں اور اگر میری ڈیوٹی بھی لگا دی گئی تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔

عبدالمہدی نے بتایا کہ تبلیغی جماعت کے وفود اسرائیل میں کوئی قابل اعتراض سرگرمی نہیں کرتے بلکہ وہاں کی مساجد میں جا کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اسرائیل حکومت کو تبلیغی جماعت کی پرامن سرگرمیوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ اسرائیل میں بہت سے یہودی بڑے صبر و سکون سے ہمارے ساتھیوں کی باتیں سنتے ہیں اور بحث مباحثہ بھی کرتے ہیں۔ عبدالمہدی

نے یہ بھی بتایا کہ اسرائیل میں ۷۰۰ مساجد ہیں جن میں سے اکثر ویران ہیں تاہم تبلیغی جماعت نے ان مساجد کو آباد کرنا شروع کر دیا ہے۔اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ جہاد پر یقین رکھتے ہیں تو اس نے جواب میں کہا کہ ہم نفس کے جہاد پر یقین رکھتے ہیں ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' (روزنامہ پاکستان، لاہور اتوار ۱۲ جمادی الاول ۱۴۱۶ھ ۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

مرتد کی سزا کے متعلق مولانا ثناء اللہ امرتسری کا عقیدہ

جماعت احمدیہ کا قرآن کریم کی محکم تعلیم کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔اس پر تمام مکاتب فکر کے علماء جماعت احمدیہ سے متضاد عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ بات چھپا جاتے ہیں کہ خود ان کی صفوں میں ایسے علماء موجود ہیں جو اس عقیدہ میں جماعت احمدیہ کے ہمنوا ہیں۔ذیل میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جس میں وہ مرتد کی سزا قتل نہ ہونے کی وکالت فرما رہے ہیں۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا یَھْدِیْھِم سَبِیْلًا۔۔۔۔

یہ آیت (پ ۵، ع ۱۷) صاف بتا رہی ہے کہ بعض لوگ دو دو تین دفعہ مرتد ہوئے۔اگر محض ارتداد کی سزا قتل ہوتی تو پہلے ہی ارتداد کے بعد ان کا خاتمہ کر دیا جاتا۔دوسرے ارتداد کی نوبت ہی نہ آتی۔ ہمارے اس بیان پر ایک حدیث کی وجہ سے معارضہ ہونا ممکن ہے اس لئے بغرض توضیح مقام ہم خود اس حدیث کو نقل کر کے اس کی تشریح کئے دیتے ہیں جس سے اصل سوال اٹھ جائے گا۔انشاء اللہ!

حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''من بدل دینہ فاقتلوہ''(جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر ڈالو) اس کی تشریح کرنا ہمارے ذمے ہے۔تشریح سے پہلے اسلام کی اصل حیثیت سمجھا دینی ضروری ہے۔پس سنئے!

اسلام کی تعلیم کے دو حصے ہیں ایک تعبدی، دوسرا سیاسی۔تعبدی حصے میں نماز روزہ وغیرہ اخلاق فاضلہ داخل ہیں۔ سیاسی حصے میں حکمرانی سے متعلق احکام پائے جاتے ہیں۔اسلام کو بحیثیت سیاسی مذہب ہونے کے جنگ و جدال بھی کرنا پڑتا ہے۔جس میں اس امر کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی شخص جنگ کی حالت میں جماعت المسلمین سے نہ نکل جائے کیونکہ اس حالت میں اس کا نکل جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دشمن سے ساز باز رکھتا ہے۔پس ایسا شخص جنگی قانون کے ماتحت واجب القتل ٹھہرتا ہے۔اس تمہید کے بعد ایک اور حدیث سنئے جو بخاری مسلم کی روایت ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں المارق لدینہ التارک للجماعۃ (مشکوٰۃ باب القصاص) المارق اور التارک دونوں لفظ الگ الگ معنی کیلئے کے لئے ہیں۔چنانچہ المارق کے معنی ہیں اپنے دین سے پھر جانے والا اور

التارک لـلـجماعۃ کے معنی ہیں جماعت المسلمین یا بالفاظ دیگر جماعت المجاہدین کو چھوڑ کر چلا جانے والا۔جنگی قوموں میں ایسا شخص دشمن کے حکم میں ہوتا ہے۔پس اس حدیث کی روشنی میں پہلی حدیث کو دیکھیں تو جامع الفاظ یوں ہونگے۔

من بدل دینہ، ای ترک دین اسلام و خرج عن جماعت المسلمین ای المجاہدین فاقتلوہ

پس حدیث مذکور کو قرآن کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ محض ارتداد موجب قتل نہیں ہے۔ارتداد صرف اسی حالت میں موجب قتل ہے جب مرتد شخص مسلمانوں کی بدخواہی کرنے کو دشمن کی جماعت میں جا ملے۔''

(اسلام اور مسیحیت، صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴، مولوی ثناء اللہ امرتسری، نعمانی کتب خانہ، حق اسٹریٹ، اردو بازار لاہور)

گھر کے بھیدی

آنحضرت ﷺ کے دور کی ایک بڑی نشانی قرآن کریم میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دور کے عوام الناس کے ساتھ ساتھ علماء بھی بگڑ چکے تھے۔اگر جماعت احمدیہ یہ بات کہے کہ آج کے علماء بگڑ چکے ہیں تو بہت سی بھنویں اوپر کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔چنانچہ ہم علماء کی بدحالت کی تصدیق خود علماء کی زبان وقلم سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

منظور احمد نعمانی صاحب

۱۳ جون ۱۹۷۱ء کو سورہ توبہ کا درس دیتے ہوئے مولانا منظور احمد نعمانی صاحب نے ارشاد فرمایا

''ان آیتوں کا اگرچہ براہ راست تعلق بگڑے ہوئے یہود ونصاریٰ اور ان کے حرام خور اور ریاکار پیروں، پادریوں سے ہے،لیکن ہم مسلمانوں کے لئے اور خاص کر ہم جیسوں کے لئے جن کو لوگ مذہبی عالم اور دینی پیشوا سمجھتے ہیں ان آیتوں میں بڑا سبق اور بڑی آگاہی ہے۔حضور ﷺ کی مشہور حدیث ہے ''لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرًا بشبر و ذراعً بذراع''،جس کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کے لوگ وہ سب کچھ کریں گے جو پہلی امتوں، یہودیوں اور نصرانیوں نے کیا اور بالکل ان کے قدم بقدم چلیں گے۔یہاں تک کہ اگر پہلی امتوں کے کسی بدبخت نے اپنی ماں کے ساتھ حرام کیا تھا تو میری امت میں بھی یہ ہوکر رہے گا۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد دراصل امت کو خبردار کرنا تھا کہ وہ اس خطرے سے اپنی حفاظت کرے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا وہ سب سامنے آرہا ہے۔امت میں اعمال واخلاق کی وہ ساری خرابیاں اور وہ سب اعتقادی گمراہیاں پیدا ہوچکی ہیں اور ہورہی ہیں جو یہود ونصاریٰ میں تھیں۔وہ کونسا جرم اور گناہ ہے جو مسلمانوں میں

نہیں ہے اور وہ کونسا فسق و فجور ہے جو دین و مذہب ہی کے نام پر بزرگان دین کے عرسوں میں نہیں ہو رہا ہے اور وہ کونسا شرک ہے جو ان کے مزاروں پر نہیں ہو رہا ہے۔قبروں کو سجدے ہو رہے ہیں، مرادیں مانگی جا رہی ہیں، نذریں چڑھائی جا رہی ہیں، الغرض وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو یہود و نصاریٰ کرتے تھے۔اور جس طرح ان کے پیر پادری دین کے نام پر دنیا کماتے اور بیچارے عوام کو لوٹتے تھے ان کے نمونے بھی اس امت کے پیروں اور مولویوں میں موجود ہیں۔۔۔۔۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ سورہ توبہ کی ان آیات ’’ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابًا من دون اللّٰہ‘‘ سے لیکر ’’ یاایھاالذین آمنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان‘‘ الآیۃ کا تعلق اگرچہ براہ راست یہود نصاریٰ سے ہے لیکن ان میں ہم مسلمانوں کے لئے بھی بڑا سبق ہے‘‘ (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ۔بانی الفرقان نمبر، اپریل ۱۹۹۸ء تا اگست ۱۹۹۸ء۔صفحہ ۴۰۷)

خلیل احمد سہارنپوری صاحب اور علماء مکّہ

’’اور علماء مکّہ معظّمہ کا حال جس نے عقل و علم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے اور اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیوں کہ وہاں اکثر متقی بھی ہیں اس حالت میں ہیں کہ لباس ان کا خلاف شرع اسبال آستین اور دامن چغہ و قمیض میں کرتے ہیں ریش اکثروں کی قبضہ سے کم نماز میں بے احتیاطی امر بالمعروف کا باوصف قدرت کے نام و نشان نہیں اکثر انگوٹھی چھلہ غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہیں قطع صفوف شائع ہے فتویٰ نویسی میں کچھ دیگر جو چاہے لکھوالو اگر ان کی عصیان سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنے کو موجود ہو جاویں اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ علیہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں اور بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لیکر ابو طالب کو مومن لکھ دیا۔۔۔اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علماء دیوبند کا فتویٰ قابل اعتماد ہوگا یا علماء حرمین کا۔۔۔۔اے مسلمانو اعتبار قرآن حدیث فقہ کا ہے نہ کہ مکہ کے باشندوں کے قول و فعل کا، ذرا غور کرو کتب دین کو دیکھو کوئی معصیت مکہ کے تعامل سے حلال نہیں ہوتی بلکہ زیادہ موجب عذاب و شناعت کی ہے‘‘ (براہین قاطعہ۔صفحہ ۲۲۔۲۳)

سیّد سلیمان ندوی صاحب

’’مسلمانوں کی حالت جیسی منتشر، پراگندہ اور غیر منظّم اس وقت ہے ویسی کبھی نہ تھی، ہم میں کوئی مسلمان رہنماء نہیں، سب کسی نہ کسی چیز کے بھوکے ہیں، آپس میں لڑتے ہیں، جو کل کہتے ہیں وہ آج نہیں اور جو آج کہہ رہے ہیں وہ کل نہیں کہیں گے، ذاتی اغراض کو قومی مفاد کا لباس پہنا کر منصۂ شہود پر جلوہ دیتے ہیں اور ہم ’’احسنت‘‘ اور ’’جزاک‘‘ کا شور تحسین بلند کرتے ہیں۔۔۔۔اب ہندوستان کی فتح محمود غزنوی کی طرح ملکوں، شہروں اور قلعوں کی فتح سے نہ ہوگی بلکہ اہل

ہند کے قلوب کی فتح سے ہوگی اور یہی اس دور کا اصلی کام ہے ۔۔۔۔نظم امات وامارت کا میں خود معتقد ہوں اور اس کو بہت بڑا کام سمجھتا ہوں مگر یہ چیز کم ازکم صوبہ متحدہ میں جہاں سینکڑوں دیوتا ہیں قائم نہیں ہوسکتی، ورنہ ان کے موروثی وآبائی بت خانوں میں خزاں آجائے گی۔'' (سید رئیس احمد جعفری کے نام سید سلیمان ندوی صاحب کا خط از'' خطوط سلیمانی'' مرتب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری)

سیّد ابوبکر غزنوی صاحب

'' یہ ایک المیہ ہے کہ جو لوگ معاشرے میں اسلام کی طرف دعوت دینے والے ہیں وہ عملی طور پر اس کی ابجد ہوز سے بھی محروم ہیں اور نوکر کو اپنے دسترخوان پر بٹھانا ان کے لئے نا قابل تصور ہے۔لاہور میں گزشتہ دنوں ایک ڈنر میں شرکت کا اتفاق ہوا جس میں بڑے بڑے حامیان دین اور مفتیان شرع متین شریک تھے۔میں نے میزبان سے کہا کہ میرے ڈرائیور کو اندر بلا لیجئے وہ کھانا میرے ساتھ کھائیگا۔میرے ڈرائیور کو تو انہوں نے ذرا سی پس وپیش کے بعد بلا لیا مگر بیسیوں ڈرائیور اور چپراسی رات گیارہ بجے تک باہر بھوکے بیٹھے رہے۔میرے ڈرائیور نے مجھے بعد میں بتایا کہ سب ڈرائیور اور چپراسی ان اسلام کے علمبرداروں کو گالیاں دیتے رہے اور ان پر لعنتیں بھیجتے رہے۔'' (سید ابوبکر غزنوی۔محمدی انقلاب کے چند خط و خال۔صفحہ۔۷،مکتبہ غزنویہ۔۴ شیش محل روڈ لاہور۔باردوم مئی ۱۹۷۶)

محمد یوسف لدھیانوی صاحب

محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے اس دور جدید میں'' عصر حاضر'' نامی ایک کتاب لکھ کر آنحضرت ﷺ کی وہ تمام احادیث جمع کی ہیں جن میں اس دور کی علامات بیان کی گئی ہیں۔جیسا کہ انہوں نے مندرجہ ذیل پیش لفظ میں بھی لکھا ہے،اس کتاب کا سرسری مطالعہ یہ واضح کردیتا ہے کہ ان احادیث میں بیان کی گئی علامات پوری طرح آج کے دور کے علماء پر منطبق ہوتی ہیں۔گویا یہ اپنے علماء کے بگڑنے کی ایک اور گواہی ہے جو خود ایک عالم دین کے ہاتھوں فراہم ہورہی ہے۔

'' دور حاضر کو سائنسی اور مادی اعتبار سے لاکھ ترقی یافتہ کہہ لیجئے لیکن اخلاقی اقدار،روحانی بصیرت اور ایمانی جوہر کی پامالی کے لحاظ سے یہ انسانیت کا بدترین دور انحطاط ہے۔مکروفن،دغاوفریب،شروفساد،لہوولعب،کفرونفاق اور بے مروتی و دناءت کا جو طوفان ہمارے گردوپیش برپا ہے اس نے سفینہ انسانیت کے لئے سنگین خطرہ پیدا کردیا ہے۔خلیفہ ارضی (بنی نوع انسان) کی فتنہ سامانیوں سے زمین لرز رہی ہے،آسمان کانپ رہا ہے اور بحروبر،جبل ودشت اور وحوش وطیور'' الامان والحفیظ'' کی صدائے احتجاج بلند کررہے ہیں،انسانیت پر نزع کی حالت طاری ہے،اس کی نبضیں ڈوب رہی ہیں اور لحہ بہ لحہ اس

''جان بلب مریض'' کی حالت متغیر ہوتی جارہی ہے، یہ دیکھ کر اہل بصیرت کا یہ احساس قوی ہوتا جارہا ہے کہ شائد اس عالم کی بساط لپیٹ دینے کا وقت زیادہ دور نہیں۔ ذیل میں احادیث نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) سے ایک آئینہ پیش کیا جارہا ہے جس میں دور حاضر کے تمام خدوخال نظر آتے ہیں اور علماء، خطباء، حکام اور عوام سبھی کے قابل اصلاح امور کی نشاندہی فرمائی گئی ہے، اس کی جمع وترتیب سے مقصود کسی خاص طبقہ کی تنقیص نہیں، لالچ صرف یہ ہے کہ ہم اس شفاف آئینے میں اپنا رخ کردار دیکھ کر اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔'' مولانا محمد یوسف لدھیانوی پیش لفظ (صفحہ۔ ۹)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

معروف عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (شر من تحت ادیم السماء) والی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''آج ہمیں اس صورتحال کی جھلک اپنے ان علماء میں نظر آتی ہے جنہوں نے دین کو پیشہ بنالیا ہے۔ ان کی ساری دلچسپی امت میں فتنے پیدا کرنے اور اس میں تفرقہ پیدا کر کے اپنی دکان چمکانے سے ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ امت میں جتنا زیادہ اختلاف ابھرے گا، لوگوں کو مناظروں کیلئے مولویوں کی اتنی ہی زیادہ ضرورت ہوگی'' (ماہنامہ میثاق، نومبر ۱۹۹۶ صفحہ ۱۲)

سمیع الحق صاحب

''نصر اللہ، جتوئی، بینظیر، فضل الرحمٰن اور میرے سمیت تمام علماء وسیاست دان گند ہیں انہیں سمندر میں پھینک دیا جائے، سب نا قابل علاج ہو چکے ہیں'' (سمیع الحق۔ روزنامہ پاکستان، روزنامہ جنگ، روزنامہ نوائے وقت ۱۸ جون ۱۹۹۷ء)

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب

''۹۰ فیصد علماء قرآن پاک کا ترجمہ نہیں سنا سکتے اگر وہ ترجمہ سنا دیں تو میں اپنی سند پھاڑ کر پھینک دوں گا۔ وزارت مذہبی امور نے سروے کرایا تو ۷۵ فیصد مولویوں کو نماز کا ترجمہ معلوم نہیں تھا یہ برائے نام علمائے کرام ہیں۔'' (ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ۔ روزنامہ نوائے وقت۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر مہاتیر محمد

''اسلامی دنیا میں فکری اعتبار سے مسلسل تاریکی چھائی ہوئی ہے اور ہر جگہ مسلمان اغیار کی نگاہوں میں معتوب نظر

آ رہا ہے۔ یہ انتہائی تکلیف دہ صورتحال ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنے معاملات مولوی حضرات کے ہاتھوں میں دے دیئے ہیں جو جدید علوم سے نہ صرف بے بہرہ ہیں بلکہ انہوں نے اسلام کی آفاقی تعلیمات کو جدید علوم کی روشنی میں پرکھنے یا مشاہدہ کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔'' (کوالالمپور فورم کیا تھا؟ آغا مسعود حسین، روزنامہ جنگ ۹ اگست ۲۰۰۲ء)

شورش کشمیری

ظفر علی خان کو ڈھونڈھتا ہوں

ظفر علی خاں کو ڈھونڈھتا ہوں کہ ان عماموں کے پیچ کھولے　　دنی نہادوں پہ طنز توڑے غلط مقاموں کے پیچ کھولے

یہ دیدہ و دل کی آرزو ہے کہ ان غلاموں کے پیچ کھولے

یہ داڑھیوں کے سیاہ پھندے کہ ان پہ تقدیس نوحہ گر ہے　　یہ پیٹ کے نابکار بندے کہ ان کا مسلک ہی سیم و زر ہے

انہیں زمین دوز کر کے چھوڑے میرے وطن میں کوئی بشر ہے

حنائی داڑھی سفید کرتا دراز چوغا عجیب مضموں　　حدیث لیلیٰ فریب محمل سراب ناقہ جدید مجنوں

نگاہیں جو بھی دیکھتی ہیں جی میں آتا ہے صاف کہہ دوں

یہ چلتے پھرتے سفید گنبد کہ جیسے دنیا و دیں کا لاشا　　یہ لفظ و معنی کا دوغلا پن کہ جیسے بازار میں تماشا

خدا میری سادگی کو سمجھے عجیب تر ہے یہی تماشا

کہاں کے درویش، میر و سلطاں کی چوکھٹوں کے غلام ہیں یہ　　بہ قول اقبال تیغ جس میں کوئی نہیں وہ نیام ہیں یہ

نفس کے ہتھے چڑھے ہوئے ہیں رہ مشیخت میں خام ہیں یہ

میری صدا ہے کہ ان کے محلوں کے بیخ و بن بھی اکھاڑ ڈالے　　میری دعا ہے کہ تیغ اسلام ان کے قبوں کو پھاڑ ڈالے

میری تمنا ہے ان فقیہوں کو دور حاضر پچھاڑ ڈالے

جناب شورش یہ واعظوں کا نگر ہے انساں نہیں ملے گا　　ذرا سنبھل کے قدم اٹھانا کہیں بھی ایماں نہیں ملے گا

قلم کی تلوار لے کے نکلو ظفر علی خان نہیں ملے گا

ظفر علی خان کو ڈھونڈتا ہوں!

انگریزوں کی حمایت کا الزام

انگریز گورنمنٹ اور علماء دیوبند

جماعت احمدیہ پر ایک الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ اس نے انگریزوں کی بیجا حمایت کی اور بانی جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کی حمایت کی۔ اس الزام میں کتنی حقیقت ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے آیئے دیکھیں کہ علماء دیوبند کا اس وقت اور بعد کے ادوار میں انگریز گورنمنٹ کے متعلق کیا خیال تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو غدر اور فساد قرار دیتے ہوئے ''تذکرۃ الرشید'' کے مصنف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں:

''شروع ۱۲۷۶ھ ہجری نبوی ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربّانی قدس سرّہ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی۔۔۔۔جن کے سر و نپر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے علم بغاوت قائم کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں حاکم کی نافرمان بنیں قتل وقتال کا بند بازار کھولا اور جوانمردی کے غرہ میں اپنے پیروں پر خود کہاڑیاں ماریں۔ (صفحہ۔ ۷۳)

خضر انگریزوں کی صف میں

''انگریزوں کے مقابلہ میں جو لوگ لڑ رہے تھے، ان میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج میں افسری کر رہے تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔۔۔۔۔غدر کے بعد جب گنج مرادآباد کی ویران مسجد میں حضرت مولٰنا جا کر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستہ سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریزی فوج گذر رہی تھی۔ مولٰنا مسجد سے دیکھ رہے تھے، اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ ڈور کھونٹے وغیرہ گھوڑے کا لئے ہوئے تھا اس سے باتیں کر کے پھر مسجد واپس آ گئے۔۔فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضرؑ تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے۔۔باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے؟ نصرت حق کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوتی ہے۔'' (سوانح قاسمی، جلد۔ ۲، صفحہ۔ ۱۰۳، حاشیہ)

انگریز گورنمنٹ اور مدرسہ دیوبند

۱۹۱۵ء کو دارالعلوم دیو بند میں ایک جدید عمارت دارالحدیث کے سنگ بنیاد کیلئے اس وقت کے گورنر آگرہ و اودھ سر جیمس میسٹن کو مدعو کیا گیا جو یکم مارچ ۱۹۱۵ء کو سپیشل ٹرین کے ذریعے دیو بند پہنچے، دارالعلوم کو سجایا گیا، جھنڈیاں بھی لگائی گئیں، قالین بھی بچھائے گئے، مہتمم دیو بند حافظ محمد احمد صاحب کو شمس العلماء کا خطاب بھی ملا اور گورنر صاحب کے ایڈریس کے بعد مدرسے میں تالیاں بھی بجائی گئیں۔

اس تمام اہتمام پر مولانا ابوالکلام آزاد کے کیمپ، جن میں عبیداللہ سندھی، محمد علی جوہر، ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خان وغیرہ شامل تھے، کی طرف سے احتجاجی مضامین لکھے گئے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے اور انگریز حکمرانوں کو دارالعلوم دیو بند میں بلانے کا دفاع کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب نے کئی مضامین لکھے جن میں ایک فقرہ نقل کرنا چاہوں گا۔

''دارالعلوم میں ایسے لوگ بھی آئے جو دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر رکھنے کی رائے دیتے تھے۔ انہوں نے گورنمنٹ کی رعایا بن کر دارالعلوم کے احاطے میں اس سے بائیکاٹ کرنے کی تحریک کی''

۔۔۔۔مولانا کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

''رہا انگریزوں کا دارالعلوم میں بلایا جانا یہ بھی علمائے دیو بند کی ہمیشہ سیاست فاضلہ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے زمانے میں اس عہد کے لیفٹننٹ گورنر کے سیکرٹری آئے تھے۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کے زمانے میں آرڈن صاحب کلکٹر سہارنپور مدعو کئے گئے تھے۔ اور ۱۹۰۵ء میں جناب مولانا رشید احمد صاحب کی سرپرستی کے دور میں سر جیمس لاٹوس گورنر یوپی آئے تھے۔ اس لئے یہ امور قابل اعتراض نہیں۔ میرے نزدیک ان کا دیو بند میں آنا اور ذمہ داران دارالعلوم کا شاندار انتظامات کرنا مدرسے کی خاطر ایک سیاسی آنکھ مچولی تھی۔'' (حیات عثمانی، صفحہ۔ ۱۷۱، مصنف پروفیسر محمد انوارالحسن شیر کوٹی، ناشر مکتبہ دارالعلوم کراچی)

معروف شاعر اکبر الہ آبادی نے گورنر کی تشریف آوری پر ایک نظم لکھی جو دیو بند والوں کو تو اپنی تعریف محسوس ہوئی اور انہوں نے اسے اپنے مجلّہ القاسم میں شائع بھی کیا۔ قارئین خود اندازہ لگالیں یہ تعریف ہے یا طنز۔ حیات عثمانی صفحہ۔ ۱۷۲

ہز آنر حضرت مسیٹن نے بیحد مہربانی کی	ہماری ہی زبان میں آپ نے گوہرفشانی کی
ثنائے عالمان دیوبند اسطرح فرمائی	ہوئی روح اس سے شاداں مدرسے کے نیک بانی کی
یہ فرمایا کہ خالص مذہبی تعلیم ہوتی ہے	نہیں ہے فکر کچھ پولیٹیکل ریشہ دوانی کی
طریق انسب یہی ہے ایسے دارالعلم عالی کی	ہوا تک لگ نہیں سکتی ہے اس کو بدگمانی کی

حیات چند روزہ ہی کی فکر اسوقت ہے سب کو | بہت کم فکر رکھتے ہیں حیات جاودانی کی
فقط لذات جسمانی کا شیدا یہ زمانہ ہے | خبر ان کو نہیں ہے روح کے راز نہانی کی
ضروری ہے کہ پیدا ہوں یہاں ذی علم ایسے ہی | کہ جو کچھ روشنی پھیلائیں عقبیٰ کے معانی کی
دلی راحت مسلمانوں نے اس ارشاد سے پائی | دوا ان کو میسر آئی دینی ناتوانی کی
ہزآنر کے ادائے شکر میں سب دل سے ہیں شامل | زبانیں دے رہی ہیں داد انکی حق بیانی کی
یہ گو مشکل ہے حاکم کو کہ وہ درویش ہوجائے | بہت دشوار پیچیدہ ہے منزل حکمرانی کی
مگر ہے صاف ظاہر حامی مذہب ہیں ہز آنر | حقیقت منکشف ان پر بھی ہے دنیائے فانی کی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماریوں پر استہزاء کا انجام

گنگوہی صاحب کا مرض اسہال

آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود کو دو بیماریاں لاحق ہونی تھیں۔اس علامت کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی شدومد سے پیش فرمایا اور اپنی صداقت کی ایک علامت کے طور پر فرمایا کہ مجھے دوران سر اور اسہال کی تکالیف ہیں۔اس پر مخالفین نے جن کا کام ہی استہزاء ہوتا ہے خوب خوب مذاق اڑایا اور شائستگی واخلاق کی تمام حدیں پار کرگئے۔حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ بیماری خود ان کے اپنے بزرگ کو لاحق تھیں بلکہ خاندانی طور پر آگے ان کی اولاد میں بھی منتقل ہوئی لیکن انہیں کبھی عبرت پکڑنے کا خیال تک نہ آیا۔اسہال کی تکلیف میں دیوبندیوں کے روحانی پیشوا رشید احمد گنگوہی صاحب کا جو حال ہوا اس بارے میں ان کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں:

"دست جاری ہوئے اور اتنی تعداد میں کہ گنتی اور شمار دشوار ہوگئی۔(آپ کے ماموں زاد بھائی) مولوی ابوالنصر مثل مادر مشفقہ اپنی گود میں لے کر پاخانہ پیشاب کراتے تھے۔مولوی ابوالنصر صاحب کے کپڑے ہمیشہ خارش کی پیپ اور لہو میں بھر جاتے اور اکثر پاخانہ پیشاب میں بھی ملوث ہوتے تھے لیکن مولوی صاحب مردانہ وار اپنے کپڑے اور بدن اور نیز حضرت قدس سرہ کا بدن اور کپڑے روزانہ دھوتے اور کچھ کراہت نہ کرتے تھے گویا پاخانہ کو صندل اور پیشاب کو گلاب بنالیا تھا۔۔۔رقیق دستوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ تین لحاف بچھونوں کا روڑ یکے بعد دیگرے استنجا میں ختم ہولیا آخر آپ کے نیچے بچھانے کو جب کوئی اور بستر نہ ملسکا تو احرام کے کپڑے جنکو تبرک بنا کر گھر لانا چاہا تھا اس ضرورت میں نکال لئے گئے اور

یکے بعد دیگرے ان کا ستعمال ہوا۔۔پیشاب میں اس درجہ تعفن اور شوریت تھی کہ جس کپڑے پر پڑا اسکو بودار بنا کر تیزاب کا کام دیا اور جلا کر گویا راکھ بنا دیا۔'' (تذکرۃ الرشید،صفحہ۔۲۰۸،۲۰۹)

''(ایک) زمانہ میں آپکو اسہال دموی کا مرض شدید لاحق ہوا اور لوگوں کو آپ کی زندگی سے یاس ہوگئی آپ پر ضعف کا اسقدر غلبہ تھا کہ کروٹ لینی دشوار تھی'' (تذکرۃ الرشید، جلد۔۲،صفحہ۔۳۸)

گنگوہی صاحب کے صاحبزادہ کا اسہال دموی سے انتقال

''۱۶ جمادی الاولےٰ کو میرے فرزند حافظ محمود احمد کا اسہال دموی میں انتقال ہوگیا۔ یہ صدمہ اسقدر جانکاہ ہوا کہ کیا کہوں'' (تذکرۃ الرشید، جلد۔۲،صفحہ۔۵۱)

احمد رضا خان بریلوی صاحب کو جذام

''جس زمانہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب کو مرض جذام لاحق ہوا اور خون میں فساد آیا تو بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سبّ وشتم کا ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوا۔۔کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ بریلوی مولوی کوڑھی ہوگئے'' (تذکرۃ الرشید، جلد۔۲، صفحہ۔۸۳)

مسئلہ جہاد

گنگوہی صاحب کا جہاد

جہاد کا مسئلہ بھی جماعت احمدیہ کی مخالفت میں خوب خوب استعمال کیا گیا اور جہاد کی جو تشریح بانی جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے پیش کی گئی اسے یکسر خلاف اسلام قرار دے کر جماعت احمدیہ کو انگریز کا پٹھو قرار دیا گیا۔۱۱ ستمبر کے واقعے کے بعد ان علماء نے کس طرح پینترا بدلا اور جماعت احمدیہ کی جہاد کے متعلق تشریح کو اپنا کر امریکہ اور یورپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم تمہارے حامی ہیں، یہ ایک اور نشان ہے جو جماعت احمدیہ کے حق میں ظاہر ہوا۔لیکن اس وقت جب جماعت احمدیہ پر انگریزوں کے پٹھو ہونے کا الزام لگایا جارہا تھا ادھر علماء دیوبند تبلیغ دین و اصلاح الناس کو جہاد اکبر کہہ رہے تھے۔انہوں نے کسی جنگ میں بذات خود حصہ لیا نہ کسی کو اس کی تلقین کی لیکن جماعت احمدیہ پر الزام لگانے والوں نے اپنے بزرگوں کی اس روش کو عوام الناس سے یکسر چھپا لیا اور کتمان حق کرتے ہوئے خود کو یہود و نصاریٰ کے علماء کے مشابہ بنالیا۔

۱۲۹۴ھ میں رشید احمد گنگوہی صاحب کی حج کے سفر پر روانگی سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ ترکی اور روس کے درمیان ہونے والی جنگ

میں حصہ لینے جارہے ہیں۔اس خیال کوغلط بتاتے ہوئے تذکرۃ الرشید صفحہ۔ ۲۳۰ میں لکھا ہے۔

''لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط تھا اسلئے کہ اول تو جانے والے حضرات میں کسی کی یہ نیت نہ تھی دوسرے امت محمدیہ کیلئے شارع علیہ السلام کی طرف سے جو جہاد اکبر تعلیم ہوا ہے یہ حضرات اس کے سپہ سالار اور امیر لشکر بنے ہوئے تھے اور سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کا ظلمتکدہ انہیں دوچار مشعلوں سے منور ہو رہا تھا اسلئے انکو نبوی نیابت میں یہاں کی تاریکی کفر وعصیان میں ڈوبی ہوئی مخلوق کو ہدایت کرنا فرض تھا یہی انکے لئے جہاد تھا اور اسی میں انکے مراتب کی ترقی اور مدارج کی بڑھوتری تھی پس نفس سفر حجاز بھی بادائے فرض عین یا حج بدل بشواری ہوسکتا تھا لڑائی کے میدان میں جا کر تلوار اٹھانا تو کجا۔''

جمیعۃ العلماء ہند کا راستہ

''جمیعۃ العلماء ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس لاہور میں مؤرخہ ۱۸ تا ۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء کو زیر صدارت مولانا ابوالکلام آزاد منعقد ہوا، آپ نے بھی خطبہ صدارت میں خلافت عثمانیہ کے خلاف عیسائیوں کی سازش اور خلافت کی بقاء کی ضرورت پر جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں جمیعۃ العلماء کے طرز عمل کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

''جمیعۃ العلماء نے اور ذمہ دار جماعتوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ راستہ لڑائی کا نہیں ہے، جنگ کا نہیں، حرب کا نہیں ہے، قتال کا نہیں ہے، خونریزی کا نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم کو جو رائے اختیار کرنا ہے وہ امن شرعی اور پرسکون ہے، ان کا یہ فیصلہ کسی شخصی رائے پر نہیں بلکہ فی الحقیقت اس کی بنیاد شریعت کے نظام پر ہے، اس روشنی پر ہے جو شریعت کی رو سے ہمارے سامنے آتی ہے اور بتاتی ہے کہ ہمارے لئے وہ صحیح راہ ہوسکتی ہے جو ہم نے اختیار کی ہے اور جس کو ہمیں آخر تک پہنچانا ہے۔'' (چراغ محمدؐ۔صفحہ۔۲۶۶،۲۶۷)

''ہر مسلمان کا فرض ہے کہ۔۔۔وہ جس ملک میں بھی ہو اس ملک کے حقوق کا ادا کرنا ضروری ہے، صحابہ (رضی اللہ عنہم) حبش کے بادشاہ نجاشی کے سامنے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اور ملک کی حفاظت میں حبشیوں کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔''
(چراغ محمدؐ۔صفحہ۔۲۶۹)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مسلّح جہاد سے اظہار براءت

''اس کے علاوہ آج سے آٹھ دس برس قبل واشنگٹن ایریا کے ایک اچھے اجتماع میں اپنے خطاب کے اختتام پر جو

motto یا slogan میں نے دیا تھا اب اس کو عام کرنے کی ضرورت ہے یعنی:

"YES! WE ARE FUNDAMENTALISTS, BUT NOT TERRORISTS"

اور اس کی بھی شدید ضرورت ہے کہ اسامہ بن لادن اور کسی واقعی یا موہومہ تنظیم القاعدہ سے اظہار براءت کیا جائے۔ اس کے ضمن میں یاد ہوگا کہ عالم اسلام کی تحریکوں میں جب مسلح مزاحمت اور تشدد اور توڑ پھوڑ یا قتل و غارت کے رجحانات پیدا ہوئے اور بعض جگہوں پر ballot کا راستہ رک جانے پر bullet کا راستہ اپنایا گیا تو اسے میں نے ہمیشہ غلط بلکہ مضر اور counter-productive قرار دیا۔ اب اس نقطہ نظر کی زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے!'' (ڈاکٹر اسرار احمد، ماہنامہ میثاق، فروری ۲۰۰۳ء)

مغرب طاقت کی بجائے دلیل سے بات کرے

''روزنامہ جنگ، بدھ 24 مارچ 2004 بریڈفورڈ۔ جنگ نیوز۔ متحدہ مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری اور جمیعت علمائے اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ مغرب طاقت کی بجائے دلیل سے بات کرے۔ ٹاؤن ہال راچڈیل میں یوم پاکستان کی تقریب اور بریڈفورڈ میں اے ایم ایس یو کے کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جتنی زیادہ طاقت استعمال ہوگی اسکا ردعمل بھی اسی شدت سے ہوگا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ میں یورپ اور امریکا کو امت مسلمہ کا یہ پیغام دینے آیا ہوں کہ رواداری اور رویوں میں تبدیلی جیسے معاملات کو طاقت کی بجائے دلیل کی بنیاد پر حل کرنا چاہیئیں، امت مسلمہ کسی سے جنگ نہیں چاہتی۔ تفصیلات کے مطابق انہوں نے کہا کہ دنیا میں موجودہ جنگ امن اور دہشت گردی کے درمیان نہیں بلکہ طاقت اور دلیل کے درمیان جنگ ہے۔ ٹاؤن ہال راچڈیل میں یوم پاکستان کی تقریب اور اے ایم ایس، یو کے کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم کسی سے لڑنا نہیں چاہتے دنیا کو دلیل کا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ دلیل کی بنیاد پر برابری کے انداز سے تہذیبوں کے درمیان جنگ کی بجائے ڈائیلاگ شروع ہونا چاہیئے۔''

آؤ جنگ سے بچائیں

''بریڈفورڈ۔ جنگ نیوز۔ ۲۶ مارچ ۲۰۰۴ء۔ متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل اور جمیعت علمائے اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ اسلام کا آفاقی پیغام پوری دنیا کی تہذیبوں کے لئے رہنے کا پیغام ہے اسلام عالمی معاشرے کی بنیاد رکھتا ہے اور دیگر تہذیبوں کے ساتھ باہمی محبت کا درس دیتا ہے، کسی تہذیب کے ساتھ دشمنی کی

اجازت نہیں دیتا، مغرب اسلامی دنیا کے معدنی ذخائر حاصل کرنے کیلئے طاقت استعمال نہ کرے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا پیغام پوری انسانیت کی طرف ہے اسلام کے وسعت پذیر نظریے کو تہذیبوں کے ٹکراؤ تک محدود نہ کیا جائے اسلام کی دعوت کے پیچھے انسانیت کہ ہمدردی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ مغرب اسلامی دنیا کے معدنی ذخائر کو حاصل کرنے کیلئے طاقت کے استعمال کی بجائے یہ مقصد تجارتی پارٹنر کی حیثیت سے حاصل کرے اور مل کر ڈائیلاگ کے ذریعے مسائل کا حل تلاش کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے گھر بڑی فراخدلی سے دعوت دینے آیا ہوں کہ آؤ مل بیٹھ کر انسانیت کو آگ کے شعلوں سے نکالیں اور جنگ سے بچائیں۔ اسلام اور مغرب کے درمیان غلط فہمیوں کا ماحول مغربی میڈیا کا پیدا کردہ ہے۔''

مسلمان اور عدم تشدّد؟

''لندن جنگ نیوز۔۔ جمعہ ۱۱ صفر المظفر ،1425ھ، 2 اپریل، 2004ء۔۔۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ تہذیبوں کے تصادم سے دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا، جمیعت علمائے اسلام کے امیر نے برطانیہ سے لیبیا روانگی سے قبل ائرپورٹ پر علمائے کرام اور کارکنان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکا اور یورپی ممالک طاقت کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو دبانے کی کوششیں چھوڑ دیں، اس موقع پر انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ عدم تشدد کی پالیسی پر کاربند رہ کر اسلام کے خلاف تمام سازشوں کو ناکام بنادیں۔''

بلا تبصرہ

دومردوں کا نکاح؟

''آپ ایک مرتبہ خواب بیان فرمانے لگے کہ مولوی محمد قاسم کو میں نے دیکھا کہ دولہن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح ان کے ساتھ ہوا پھر خود ہی تعبیر فرمائی کہ آخر انکے بچونکی کفالت کرتا ہی ہوں۔'' (تذکرۃ الرشید۔ صفحہ۔ ۲۴۵)

اجتماعی غسل؟

''خانصاحب نے فرمایا کہ جب منشی ممتاز علی کا مطبع میرٹھ میں تھا اُس زمانہ میں انکے مطبع میں مولانا نانوتوی بھی ملازم تھے اور ایک حافظ جی بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے، رندانہ وضع تھی۔ چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے۔ داڑھی چڑھاتے تھے۔ نماز کبھی نہ پڑھتے تھے۔ مگر مولانا نانوتوی سے ان کی نہایت گہری دوستی تھی۔ وہ مولانا کو نہلاتے تھے، کمر ملتے تھے اور مولانا ان کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے۔ مولانا ان کو کنگھا کرتے تھے وہ مولانا کو کنگھا کرتے تھے۔ اگر کبھی مٹھائی وغیرہ مولانا کے پاس

آتی تو ان کا حصہ ضرور رکھتے تھے۔ غرض بہت گہرے تعلقات تھے۔ مولانا کے مقدس دوست مولانا کی ایک آزاد شخص کے ساتھ اس قسم کی دوستی سے ناخوش تھے مگر وہ اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔'' (حکایات اولیاء۔ ارواح ثلاثہ، صفحہ۔ ۱۷، ۱۸)

لوگ کیا کہیں گے؟

'' حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب و عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے۔ اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے۔ مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔'' (حکایات اولیاء۔ ارواح ثلاثہ صفحہ۔ ۲۶۴۔ از اشرف علی تھانوی صاحب)

نہ کوئی امام نہ سربراہ

'' خودغرضی کا عالم ہے، مسلمانوں کا کوئی والی وارث نہیں، روزانہ سینکڑوں مسلمان قتل ہو رہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں، ایک ہجوم مسلمین ہے جسکی کوئی تنظیم ہے نہ امام نہ سربراہ۔'' (قاضی حسین احمد، روزنامہ جنگ لاہور، جمعرات 2 مئی 1996ء)

وفات مسیح اور علمائے دیوبند

غیر احمدی علماء لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حیات مسیحؑ کا عقیدہ امت مسلمہ میں ہمیشہ سے ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور کوئی بھی مسلمان عالم سابقہ یا موجودہ اس بات کا عقیدہ نہیں رکھتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ آیئے ایک نظر ڈالیں ان چند اقتباسات پر جو انہی علماء کی کتابوں سے لئے گئے ہیں جن میں واضح طور پر وفات مسیحؑ کا اقرار موجود ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی کا وفات مسیحؑ کا اقرار

'' بھری مجلس میں آپ بار بار اس کا اعادہ فرماتے رہے کہ خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری رام چندر اور سری کرشن کو

معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آسکتا، کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔ پاخانہ، پیشاب، مرض اور موت سے مجبور تھے۔(صفحہ۔۱۴ میلہ خداشناسی)''۔(اس پر پادریوں نے اعتراض کیا کہ پاخانہ پیشاب کا لفظ استعمال نہ کریں۔حاشیہ)
(سوانح قاسمی،صفحہ۔۴۳۶)

وفات مسیح ،مولانا ابوالکلام آزاداوردارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ'' دارالعلوم'' کی فروری ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کا ایک مضمون'' اسلام اور شخصیت پرستی'' شائع ہوا جس میں مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کا ایک تفسیری نوٹ بھی شامل کیا گیا ہے۔اس تفسیری نوٹ میں جو سورہ مائدہ کی آیت۔۱۴۵ کی تشریح ہے،مولانا آزاداس بات کا واضح اقرار کررہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ سب'' گزر'' چکے ہیں۔مولانا آزاد اپنی تفسیر ترجمان القرآن،جلداول صفحہ۔۳۸۷ پر لکھتے ہیں

''جنگ احد میں کسی مخالف نے یہ بات پکاردی تھی کہ پیغمبراسلام ﷺ مارے گئے۔ یہ سن کر بہت سے مسلمانوں کے دل بیٹھ گئے،بعضوں نے کہا۔جب پیغمبر نہ رہے تو اب لڑنے سے کیا فائدہ؟ کچھ لوگ جومنافق تھے انہوں نے علانیہ کہنا شروع کردیا کہ اگر یہ نبی ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ جنگ میں مارے جاتے۔ یہاں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔پیغمبراسلام خدا کے پیغمبر ہیں اورظاہر ہے کہ انہیں بھی ایک دن دنیا سے جانا ہے۔**جس طرح تمام پچھلے رسول دنیا سے گزرچکے ھیں**۔پھراگر وہ دنیا سے گزرگئے توتم حق پرستی کی راہ سے پھر جاؤ گے اورتمہاری حق پرستی حق کیلئے نہیں بلکہ محض ایک خاص شخصیت کیلئے تھی؟فرض کروجنگ احدوالی بات صحیح ہوتی تو پھر کیاان کی موت کے ساتھ تمہاری خداپرستی پر بھی موت طاری ہوجاتی؟ اگرتم حق کے لئے لڑرہے تھےتو جس طرح وہ ان کی زندگی میں حق تھااسی طرح ان کے بعد بھی حق ہےاورہمیشہ حق رہے گا!''

مصری عالم،وفات مسیح اور جماعت اسلامی

مصر کے ایک عالم شیخ محمد غزالی مصری کی کتاب'' عقیدۃ المسلم'' کا اردو ترجمہ مولانا عنایت اللہ سبحانی نے '' اسلامی عقیدہ'' کے نام سے کیا اوراسے جماعت اسلامی کے ناشرادارہ مکتبہ تعمیرانسانیت،اردوبازارلاہورنے شائع کیا۔اس کے صفحہ۔۸۱ پر مصنف نے وفات مسیحؑ کا صاف اقرارکیا۔وہ لکھتے ہیں

''صورت واقعہ کے لحاظ سے بھی یہ بات محال ہے کہ عیسیٰ کو الٰہ سمجھ لیا جائے۔اوران کے بارے میں یہ تصور رکھا جائے کہ وہ

پیدا کرتے اور روزی دیتے ہیں، مارتے اور جلاتے ہیں، زمین اور اہل زمین کی ضروریات کا انتظام کرتے ہیں اور اس کائنات کا انتظام چلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ کیونکہ زندگی میں وہ ایک بندہ ناتواں تھے اور مرنے کے بعد ہڈی اور گوشت کا ایک ڈھانچہ جو زمین میں چھپا دیا گیا تھا''

منصب نبوت سے معزولی

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ذکر ہوتا ہے تو غیر احمدی حضرات اس مخمصے میں پھنس جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کے نبی نہ آنے کا عقیدہ رکھنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کو، جو کہ ایک نبی ہیں، کس طرح تسلیم کرایا جائے۔ چنانچہ وہ بآسانی یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ نبی نہیں ہونگے۔ قطع نظر اس کے کہ قرآن کریم کی تعلیم اس بارے میں کیا ہے، آیئے دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے معزول کرنے والے نبوت کی معزولی کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

''انبیاء علیھم السلام منصب نبوت سے کبھی لائق معزولی نہیں ٹھہرتے۔ انبیاء کرام اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوتے اس لئے کہ حق تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ کبھی ایسے شخص کو منصب نبوت پر فائز نہیں فرماتے کہ جو آئندہ چل کر لائق معزولی ہو۔'' (اسلامی عقائد۔ صفحہ۔ ۶۶، ڈاکٹر مفتی عبدالواحد ایم بی بی ایس، مفتی جامعہ مدنیہ، لاہور۔ مجلس نشریات اسلام، ا۔ کے۔ ۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد نمبر۔ ا، کراچی۔ ۷۴۶۰۰)

جھوٹے نبی کی دنیا میں سزا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک بہت بڑی دلیل جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ دی جاتی ہے کہ قرآن کریم میں مفتری کی جو سزا مقرر ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں ملہ جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ مفتری نہیں بلکہ صادق تھے۔ اس پر بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ سزا دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں ملے گی۔ اس قول کی خود ان کے اپنے علماء سے تردید ملاحظہ فرمایئے۔

''دنیا میں اگر کوئی شخص بادشاہ کی نیابت یا سفارت کاری کا جھوٹا دعویٰ کر کے جعلی سند بناتا ہے تو بادشاہ خبر پانے کے بعد ملکی انتظام کی خاطر اس جھوٹے کو بڑی سزا دیتا ہے۔ جب دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کو ملکی انتظام اس قدر مقصود ہوتا ہے تو کیا احکم الحاکمین کو اپنے عالم کا انتظام مقصود نہ ہوگا۔ لہذا جھوٹے شخص سے ہرگز معجزہ ظاہر نہ ہونے دے گا اور اس **جھوٹے کو**

دنیا ہی میں رسوا کرے گا۔'' (اسلامی عقائد۔صفحہ۔۸۲،ڈاکٹر مفتی عبدالواحد)

خدارا ھم پر اعتماد تو کر کے دیکھیں!

امریکی اور مغربی دنیا کو تمام برائیوں کا سرچشمہ اور سامراجی طاقتیں قرار دینے والے علماء کو جب اقتدار انہی طاقتوں کی چوکھٹ پر سجدہ کرکے ملنے کی توقع پیدا ہوتی ہے تو وہ یہ بھی کر گزرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیے یہ اخباری رپورٹیں جن میں متحدہ مجلس عمل کے سربراہان گڑگڑا کر امریکہ، یورپ، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلا کر اقتدار کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

روزنامہ جنگ 18 اکتوبر 2002ء ------(مولانا فضل الرحمان)''امریکہ کو احساس دلا رہے ہیں کہ ہماری خارجہ پالیسی معتدل ہوگی۔''

روزنامہ جنگ 18 اکتوبر 2002ء ------(قاضی حسین احمد) ''آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے ہر ممکن تعاون کریں گے۔''

روزنامہ جنگ 20 اکتوبر 2002ء ----(مولانا فضل الرحمان)''متحدہ مجلس عمل ایک اعتدال پسند سیاسی اتحاد ہے جس کا انتہا پسندی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔امریکہ اور مغربی ممالک کیلئے متحدہ مجلس عمل اعتماد کا ماحول پیدا کرے گی۔اگر ملک کی قیادت مجلس عمل کے حوالے کی جائے تو اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ دینی جماعتیں پرامن اور اعتدال پسند قوتیں ہیں اور اپنی صلاحیت کی بنیاد پر امریکی، مغربی دنیا سے اعتماد کا ماحول پیدا کرسکتی ہیں۔''

علماء کا بال بیکا ھوا یا نھیں؟

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔یہ محاورہ سنا تو بہت دفعہ ہے لیکن اس کا عملی مظاہرہ کرنے کا شرف مجلس تحفظ ختم نبوت کو ملاؤں کو ملا جنہوں نے ایک ہی کانفرنس میں دو یکسر متضاد بیانات جاری کرکے جماعت احمدیہ کی حقانیت پر ہمارا ایمان مزید مستحکم کردیا۔ ۳ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو روزنامہ نوائے وقت میں مجلس تحفظ ختم نبوت والوں کا یہ بیان شائع ہوا کہ امام جماعت احمدیہ نے اپنے پیروکاروں کو ''اللّٰھم مزّقھم کل ممزّقٍ و سحّقھم تسحیقا'' والی دعا کی جو تلقین کی تھی اس کے نتیجے میں کسی بھی عالم دین کا بال بھی بیکا تک نہیں ہوا، جبکہ اگلے ہی روز اسی اخبار میں اسی کانفرنس کے حوالے سے ایک بیان شائع ہوا جس میں ۷ ایسے علماء کی وفات کا ذکر تھا جو اس دوران ہلاک ہوئے تھے اور ان کی وفات کو امت مسلمہ کیلئے بہت بڑا سانحہ قرار دیا گیا۔خبر ملاحظہ کریں۔

''گذشتہ رمضان میں پوری قادیانی امت کو پاکستان اور علماء کرام کی تباہی کیلئے بددعاؤں پر لگایا لیکن آج تک کسی عالم دین کا

بال بیکا نہیں ہوا۔" (روزنامہ نوائے وقت ۳ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

"یہ اجلاس ملک میں دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے مولانا انیس الرحمٰن درخواستی رکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اور دیگر علمائے کرام کی شہادت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فوری طور پر دہشت گردی کی روک تھام کیلئے کیلئے مؤثر اقدامات کئے جائیں ۔۔۔۔۔ اجلاس حضرت مولانا منظور احمد نعمانی، حضرت مولانا انعام الحسن (امیر تبلیغی جماعت) حضرت مولانا اظہار الحسن، حضرت مولانا محمد صدیق باندوی، حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی، حضرت مولانا فضل محمد اور حضرت وملانا انیس الرحمٰن درخواستی کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے انکی وفات کو امت مسلمہ کیلئے عظیم نقصان قرار دیتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے۔"

(روزنامہ نوائے وقت ۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء)